قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کی عظیم علمی، دینی اور قومی و ملی خدمات کے اعتراف کے طور پر

صدارتی ایوارڈ (ستارۂ امتیاز) کا اعزاز

صدارتی ایوارڈ کا مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہونا خود ایوارڈ کے لیے ایک اعزاز ہے

مولانا سمیع الحق مدظلہ

۱۴ راگست ۱۹۸۱ء کو یوم آزادی کے موقع پر صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ وسرپرست ماہنامہ الحق کو ان کی علمی و دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر "ستارۂ امتیاز" دینے کا اعلان کیا گیا۔ ستارۂ امتیاز اعزازی تمغوں میں ایک بہت بڑا سول تمغہ ہے۔ یہ اعلان ریڈیو ٹیلیویژن کے ذریعہ ہوا اور ہم لوگوں کو بھی ان ذرائع ابلاغ ہی سے اس کا علم ہوا۔ اس سے قبل نہ ہمیں اس کی کوئی اطلاع تھی نہ کوئی مشورہ لیا گیا نہ ایسے تحسینی امور میں اجازت لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فطری طور پر اعتراف و تحسین کے اس مظاہرے پر دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے وابستہ ہزاروں تلامذہ و معتقدین کو خصوصاً اور ایک خادم دینِ متین سے محبت رکھنے والے دینی درد سے سرشار عامۃ المسلمین کو عموماً قلبی مسرت ہوئی اور تبریک و تہنیت کے بیشمار پیغامات موصول ہونے لگے۔ یہ مسرت اور تبریک اس حد تک تو بجا ہے کہ حکومت کے اس اقدام سے دین اور اہلِ دین کی قدر افزائی اور دینی خدمات کے اعتراف و تحسین کا پہلو عیاں ہوتا ہے جس سے اسلام کے نام پر قائم کیا گیا یہ ملک ایک طول طویل عرصہ تک محروم رہا۔ یہ رسمی قدر افزائیاں بھی اگر ہوتی رہیں تو فن و کلچر، آرٹ و ثقافت کے نام پر ان طبقوں کی جن کی اس ملک کے مقصدِ قیام بلکہ انسانی قدروں تک سے کوئی مناسبت نہ ہوتی۔ علم و دین سے وابستہ مخلص طبقوں کی مختلف طریقوں سے قدر افزائی، تحسین و اعتراف اور حق بحقدار رسید کی یہ روایتیں بالکل نئی ہیں جس کی بنیادیں پچھلے کئی سالوں میں رکھی جا رہی ہیں۔ اس اعتبار سے ایسے اقدامات نہایت تحسین و تشکر اور حوصلہ افزائی کا موجب ہونے چاہئیں کہ دیر آید درست آید۔ قیامِ پاکستان کے پہلے ہی دن سے یہاں جن چیزوں کا دور دورہ ہونا چاہئے تھا آخر کچھ تو اس کا عملی احساس شروع ہو چکا ہے، اور اصل احترام و اکرام تمغوں اور اعزازات کے مستحق یہی مخلص اہلِ دین ہیں کہ العزۃ للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین۔

لیکن ایک پہلو اور ہے کہ تاریخِ اسلامی کے ہر دور میں دین اور علوم نبوّت کی خدمت کرنے والے افراد، جماعتوں اور ملتِ اسلامیہ کی سرخروئی سے سرشار اور نشاۃِ ثانیہ کے لیے مصروفِ کار خدامِ دین کا مطمحِ نظر ہرگز ہرگز یہ ظاہری شان و شوکت، عہدے و مناصب اور دنیوی اعزازات و اکرامات نہیں رہا، اُن کی نظر ہمیشہ اجرِ آخرت پر ہوتی ہے۔ وہ جس وراثتِ نبوّت کے حامل ہوتے ہیں اُن کے مورثین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اعلان ہمیشہ یہی رہا ہے وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وہ ہر قسم کے اجر و مزد کی اُمید سے بے نیاز اجرِ آخرت پر نظر رکھے ہوتے ہیں۔ دنیا کا بڑے سے بڑا اجر و منصب جس کے مقابلہ میں پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اُن کی ساری جہد و عزیمت، جہاد و عمل اور کد و کاوش کا مقصود و مطلوب رضائے مولیٰ ہوتی ہے۔

> راہِ عمل میں نہ تو پتھر اور کانٹے ان کے دامن کو اُلجھا سکے اور نہ اعزاز و اکرام کی سیج انہیں منزلِ مقصود سے غافل کر سکی بلکہ وہ ہر دم جوشِ عمل سے سرشار اصل کامیابی اور دائمی اجر کی طرف گامزن رہے

وہ دنیا جہان کی حکومت و سلطنت سے بھی یہ کہہ کر صرفِ نظر کر دیتے ہیں کہ اتمدّونني بمال وما اٰتاني اللّٰه خير ممّا اٰتاكم بل انتم بهديتكم تفرحون ۔ وہ ہفت اقلیم کو بھی متاع الدنيا قليل سمجھتے ہیں کہ اصل اجر اجرِ اُخروی ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اقلیمِ نیم شب کی حلاوت و طمانیت، سوز و ساز اور قرب و وصال کی لذتیں ملکِ نیم روز کو ان کی نگاہوں میں حقیر بنا دیتی ہیں۔ ایسے لوگ اپنی ذات میں ایک جنّت سموئے ہوتے ہیں، جس کی وسعت و پہنائیوں کے مقابلے میں دنیا کی ساری وسعتیں ہیچ ہیں۔ ان في الدنيا جنّةً من لم يدخلها لم يدخل جنّة الاٰخرة ۔ اور دُنیا کی یہ چند روزہ رعنائی

اور آب وتاب ان کی نگاہوں کو خیرہ نہیں کر سکتی، کہ ؎

ستم ہست گر ہوست کشد کہ بہ سیر دسرو چمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دلکشا بہ چمن درآ

کتنے گھاٹے اور خسارے میں ہوں گے وہ جن کی ساری دینی تگ ودو کا مطلوب ومقصود دُنیائے فانی کا یہ چند روزہ شان وشوکت اور نام ونمود بن گیا ہو اور اس کے لیے وہ دین جیسی متاعِ گرانمایہ کو ثمنِ نجس بنا دیں اور کائنات کی سب سے قیمتی دولت کو دُنیائے حقیر پر نثار کر دیں۔ ہمارے اکابرِ دعوت وعزیمت کی ہمیشہ یہ سُنّت رہی ہے کہ وہ دین کی راہ میں وہ نہ کسی اجر وتحسین کے طلبگار رہے نہ کسی کی طعن وتشنیع اور مزاحمت ان کے پائے صبر وثبات کو لغزش دے سکی، راہِ عمل میں نہ تو پتھر اور کانٹے ان کے دامن کو اُلجھا سکے اور نہ اعزاز واکرام کی سیج انہیں منزلِ مقصود سے غافل کر سکی بلکہ وہ ہر دم جوشِ عمل سے سرشار اصل کامیابی اور دائمی اجر کی طرف گامزن رہے۔

الحمد للہ کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کی ذات بھی اپنے اکابر اسلاف کا ایک حسین نمونہ ہے، وہ نہ تو اپنی ذات کو ان چیزوں کا سزاوار سمجھتے تھے، نہ اپنی خدمات کو اس اعتناء واکرام کا مستحق، بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیمی، دینی، دعوتی اور اصلاحی میدانوں میں بے بہا توفیق سے نوازا جس کے عہد ساز اور عہد آفرین نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور آگے چل کر اور ظاہر ہوں گے لیکن اگر اس کی کوئی قیمت اور صلہ مل سکتا ہے تو خدائے ربّ العالمین کی بارگاہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ دُنیا کا کوئی ایسا اعزاز اور تمغہ خود اس اعزاز کا اعزاز ہوتا ہے اور بلاشبہ اس عظیم سول اعزاز کی اتنی عزت افزائی کبھی نہ ہوئی ہو گی جو مولانا عبدالحق رحؒ جیسے اکابرِ علم وفضل سے نسبت قائم ہو جانے سے ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرف سے اس صدارتی ایوارڈ پر صدرِ پاکستان کو جو پیغامِ شکریہ بھیجا گیا اُس میں بھی تواضع وعبدیت اور اصل قدر ومنزلت اجرِ آخرت کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ جس کا متن یہ ہے:۔

"یومِ آزادی پر مجھ جیسے ناچیز اور گمنام شخص کو ستارۂ امتیاز جیسے معزز ایوارڈ سے نوازنا آپ کی دین پروری اور علم نوازی کا واضح ثبوت ہے، آپ کے دور میں دینی علم اور اہلِ علم کی قدردانی کے لائق تقلید روایات قائم ہو گئی ہیں میں نے کچھ دین کی خدمت نہیں کی، اگر کچھ حقیر خدمت کی بھی ہے تو یہ میرا کمال نہیں محض اللہ کا کرم ہے، مگر اس کا اصل اجر دارِ آخرت میں ملنے کی تمنا ہے۔ پھر بھی ناسپاسی ہوگی اگر اس ذرہ نوازی کا شکریہ ادا نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی وملی خدمات کی توفیق دے، صحیح راہنمائی سے نوازے اور اس کا اجر بھی آخرت میں عطا فرماوے۔ آمین ——"

> بلاشبہ اس عظیم سول اعزاز کی اتنی عزت افزائی کبھی نہ ہوئی ہو گی جو مولانا عبدالحق رحؒ جیسے اکابرِ علم وفضل سے نسبت قائم ہو جانے سے ہوئی۔

بقیہ صفحہ ۴۰۳ سے ۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کی شیخ الحدیثؒ سے یادگار ملاقات

کی اس حکیمانہ گفتگو سے وزیرِ اعظم سمیت تمام وزراء اور عہدیداروں نے باقاعدہ علمِ دین کی تحصیل پر توجہ کی، خود پڑھنے لگے۔ جب وزراء اور امراء علمِ دین کی طرف متوجہ ہوئے تو عام لوگ بھی شوق سے تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے، اور قلیل عرصہ میں دہلی میں علم کا چرچا ہونے لگا۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ برصغیر میں انگریزوں اور ہندوؤں نے علماء کے وقار کو مجروح کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کی، پاکستان میں بھی اگر امراء اور حکام اور وزراء دینی علوم اور اسلامی اقدار کی تحصیل وترویج پر توجہ کریں گے تو علمِ دین کو مزید فروغ حاصل ہو گا۔

☆ —————— دارالعلوم حقانیہ کا ذکر ہوا تو صدر ضیاء الحق مرحوم نے کہا حضرت! میں بارہا دارالعلوم حقانیہ آیا ہوں اور میں نے بڑی نمازیں دارالعلوم کی مسجد میں پڑھی ہیں۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا، عربی مدارس کے بارے میں گذارش ہے کہ حال ہی میں جو یونیورسٹی آرڈیننس جاری ہوا ہے اس میں بعض مُضر چیزیں آگئی ہیں، اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ صدر نے وعدہ کیا کہ میں انشاء اللہ اسے ضرور دیکھوں گا۔

☆ خدمتِ دین اور احیاءِ سنت کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے ترغیباً فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور میں ایک سُنّت زندہ کر سکوں تو کامیاب ہوں۔

☆ جہادِ افغانستان کی بات چھڑی تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ نے فرمایا، پاکستان اندرونی اور بیرونی بہت سے مسائل میں گھرا ہوا ہے اور موجودہ حالات میں جہادِ افغانستان، افغان مجاہدین اور پاکستان میں افغان مہاجرین کا مسئلہ سب سے مقدم اور بڑی اہمیت کا ہے۔ الحمد للہ کہ مجاہدین کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی ہے۔ مولانا محمد یونس خالص، مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔ جہادِ افغانستان اور مجاہدین سے تعاون کے سلسلہ میں آپ کا کام قابلِ ستائش ہے۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخر میں صدر پر زور دے کر فرمایا کہ افغان قیادت میں باہمی اختلافات کی وجہ سے عملِ جہاد کو نقصان پہنچ رہا ہے، آپ ان کے باہمی اتحاد پر خصوصیت سے توجہ دیں اور ان سے کہہ دیں کہ متحد ہو جائیں ورنہ اس کے بدترین نتائج ظاہر ہوں گے۔